

مولانا ابوالکلام آزاد اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری

بنت امیر شریعت سیدہ اُمّ کفیل مدظلہا

مولانا ابوالکلام آزادؒ سے اباجی کو بے پناہ عقیدت تھی۔ جدوجہد آزادی میں تقریباً تیس برس مولانا آزاد کی رفاقت حاصل رہی۔ مجلس احرار اسلام کے قیام (۱۹۲۹ء) سے پہلے کانگریس کے اسٹیج سے کئی تحریکوں میں وہ مولانا کے ہم سفر رہے۔ تحریک خلافت (۲۱-۱۹۱۹ء) میں بہت زیادہ قربت رہی۔ وہ مولانا کی پکار پر بلیک کہتے ہوئے اُن کے ہم قدم ہوئے، حصول آزادی کے لیے مولانا کے شانہ بشانہ ہم آواز ہو کر انگریز کے غاصبانہ اقتدار کو لکارتے رہے۔ اور دہلی جیل میں مولانا کے ساتھ قید رہے۔ فرماتے:

”مولانا آزاد کے ”الہلال“ نے میری شریانوں میں لہو دوڑایا، میرے ذہن کو جلا بخشی اور سیاسی جدوجہد میں رہنمائی

کی۔ ”احرار“، ”الہلال“ کی بازگشت ہی تو ہیں۔“

الہلال میں ”احرار اسلام“ کے مستقل عنوان کے تحت ”ترکانِ احرار“ کی سرگرمیاں شائع ہوتیں۔ بعض مسائل میں مولانا کے تفردات پر کسی نے اباجی سے سوال کیا کہ آپ مولانا کی رائے سے متفق ہیں؟ فرمایا:

”میں سیاست میں ابوالکلامؒ کا مقلد ہوں، فقہ میں نہیں۔ فقہی مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقلد

ہوں۔ ہاں! معارف میں کسی کا مقلد نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے کئی لوگوں سے بہتر بات سُنھا سکتے ہیں۔“

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے بعد ہندوستان کی سیاسی فضا میں ایک موت آسا سکوت طاری تھا اور مایوسیوں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ انگریزوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کو گرفتار کر کے خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ تنہا مولانا آزاد تھے جو ”الہلال“ و ”البلاغ“ میں اپنی تحریروں سے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے بیدار کر رہے تھے۔

بیعت امام الہند:

مولانا آزاد کا خیال تھا کہ سیاسی جمود و تعطل کو توڑنے کے لیے ہندوستانی مسلمانوں کو ایک امام کی اقتداء میں منظم کیا جائے۔ مسلمانوں کا ایک امام ہو اور امام کی اطاعت کو وہ اپنا دینی فرض سمجھیں۔ پھر امام انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کرے۔ انہی دنوں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ”تحریک ریشی رومال کی پاداش میں مالٹا کی قید سے رہا ہو کر آئے تو مولانا آزاد کی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا: ”ابوالکلامؒ نے جہاد کا بھولا ہوا سبق یاد کر دیا ہے۔“

آزادی کے متوالوں نے مولانا آزاد کو ہی امام الہند قرار دے کر اُن کے ہاتھ پر بیعت امامت شروع کر دی۔

اباجی فرماتے:

انھی دنوں شاہی مسجد لاہور میں بہت بڑا جلسہ ہوا۔ مشہور کانگریسی اور خلافتی رہنما مولانا عبدالقادر قسوریؒ نے مولانا آزاد سے پہلے ایک تقریر کی اور آخر میں غیر مؤثر انداز میں کہا کہ..... ”لوگو! مولانا آزاد! امام الہند ہیں، آپ سب ان کی بیعت کریں۔“ اباجی فرماتے..... میں پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ چند منٹ انتظار کے بعد بھی بیعت کے لیے کوئی آدمی نہ اٹھا۔ مجھ سے یہ منظر دیکھنا نہ گیا۔ ایک ہی جست میں اسٹیج پر پہنچا اور منتظمین سے درخواست کی کہ پانچ منٹ کے لیے مجھے تقریر کی اجازت دیں۔ چنانچہ اس مختصر تقریر میں لوگوں کو سمجھایا کہ یہ ”بیعت ارشاد“ نہیں ”بیعت امامت“ ہے۔ تم میں سے کوئی اگر کسی پیر سے بیعت ہے تو اس بیعت سے وہ بیعت متاثر نہیں ہوگی۔ پھر مولانا کی بیعت کا اعلان کیا تو ہزاروں افراد نے مولانا کے ہاتھ پر بیعت امامت و جہاد کی۔

مولانا آزاد کا خراج تحسین:

قومی جدوجہد اور تحریک آزادی میں اباجی کے مجاہدانہ کردار اور خطابتی خدمات خصوصاً تحریک خلافت میں بے لوث خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا:

”شاہ جی! خطابت آپ کو عطیہ الہی ہے۔ آپ خطابت کے سمندروں سے موتی نکال لاتے ہیں۔ قومی جدوجہد میں آپ کی خدمات پر ملک و ملت کا ہر گوشہ آپ کا شکر گزار ہے۔ اللہ کے ہاں آپ کا بڑا اجر ہے۔“

مولانا آزاد سے چند یادگار ملاقاتیں:

وزارتی مشن کے دنوں میں اباجی ایک روز مولانا سے ملاقات کے لیے گئے تو شیخ حسام الدینؒ اور شورش کاشمیریؒ ساتھ تھے۔ میر احمد حسنؒ صاحب کی موٹر میں گئے۔ مولانا وائسریگل لاج جانے کے لیے کوٹھی کے باہر پریشان کھڑے تھے۔ ان کی موٹر سٹارٹ نہ ہو رہی تھی۔ اباجی پہنچے تو سلام و مصافحہ کے بعد مولانا نے فرمایا کہ میں آپ کی موٹر لیے جاتا ہوں۔ اباجی نے کہا حضرت دوش حاضر ہیں۔ فرمایا: ”میرے بھائی! وہ بوجھ تو آپ اٹھائے ہوئے ہیں۔“ کچھ دیر بعد واپس تشریف لے آئے اور گھنٹہ بھر ملاقات رہی۔ چائے بھی پلوائی۔ ”غبارِ خاطر“ چھپ چکی تھی اس کا ایک نسخہ اپنے دستخط کے ساتھ ہدیہ کیا۔ لکھا تھا: ”برائے صدیق عزیز سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری“۔ اسی ملاقات میں اباجی نے فرمایا مولانا، اللہ آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے تو فرمانے لگے: ”نہیں میرے بھائی تھوڑی ہو مگر قرینے کی ہو۔“ اس سے پہلے ”تذکرہ“ اور ”ترجمان القرآن“ بھی اباجی کو ہدیہ ہی دی تھیں۔ ان پر لکھا تھا برائے ”محبت عزیز سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب“ ”غبارِ خاطر“ پر ”صدیق عزیز“ دیکھ کر میں نے کہا اباجی اب آپ کے مرتبہ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اباجی مسکرانے لگے۔ یہ تمام کتابیں تقسیم کے وقت امرتسر میں ہی رہ گئیں۔ دلی جیل میں مولانا آزاد کی چائے:

دلی جیل کا واقعہ اباجی نے سنایا تھا۔ مولانا آزاد بھی اسی جیل میں تھے اور مولانا احمد سعید دہلوی مرحوم و مغفور بھی۔ ایک روز موقع پا کر اباجی اور مولانا احمد سعید صاحب ملاقات کے لیے مولانا کے کمرے میں پہنچے ہی تھے کہ جیلر یا سپرنٹنڈنٹ

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

فروری 2008ء

شخصیت

راؤ نکرتا ہوا ادھر آتا دکھائی دیا۔ مولانا نے فرمایا، میرے بھائی! آپ بیٹھے میں انہیں ”مصروف“ کرتا ہوں۔ باہر تشریف لے جا کر اس سے گفتگو شروع فرمادی۔ پھر اس نے کیا ادھر آنا تھا وہیں سے واپس ہو گیا۔ مولانا احمد سعید سنا ہوا ہے بڑے بے دھڑک بزرگ تھے۔ مولانا آزاد سے کہنے لگے۔ لاحول ولاقوۃ آپ کے پاس آنا تو ایسے ہے جیسے کوئی شریف آدمی دن دھاڑے ”اُس بازار“ میں پکڑا جائے۔ بے چارے مولانا یہ بیمار کس پی گئے۔ پھر چائے بنائی اور پوچھا کیسی ہے؟ اباجی نے تعریف کے ساتھ کہا۔ حضرت ایک کمی رہ گئی۔ اباجی کہتے اب مولانا سے کوئی یہ کہے کہ آپ کی چائے میں کمی رہ گئی؟ بڑی بڑی غزالی آنکھیں اٹھا کر تعجب اور حیرت سے پوچھا وہ کیا میرے بھائی؟ میں نے کہا دو پتی زعفران بھی ہوتی۔ فرمایا آپ اضافات کی بات کرتے ہیں۔ پھر کسی روز آئیے آپ کو ”مرعفہ“ پلاؤں گا۔ چنانچہ ایک روز زعفرانی چائے بھی پلائی۔

مولانا آزاد کی تقریر:

۱۹۵۰ء میں ملتان میں ایک شب میں نے ریڈیو لگایا تو اچانک دلی لگ گیا۔ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی کارروائی نشر ہو رہی تھی۔ اعلان ہوا کہ مولانا آزاد تقریر فرمائیں گے۔ ان کی آواز کبھی نہ سنی تھی۔ میں بھگم بھاگ گئی اور بیٹھک کے دروازے پر زور سے دستک دی۔ بھائی جان (مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری) آئے تو بتایا کہ مولانا آزاد کی تقریر ہونے لگی ہے۔ میرے آتے جاتے تقریر شروع ہو گئی۔ اتنا یاد ہے آیت مبارکہ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ پڑھی تھی۔ اباجی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ایک آہ بھری اور کہا چلو آواز ہی سن لی۔ حضرت مولانا کی تقریر میں خطاب یہ جملہ کچھ اس انداز کے تھے کہ ”آپ دیکھو گے“، ”آپ سنو گے“، اباجی فرمانے لگے کہ یہ ہے قلعة معلیٰ کی زبان اور اب ابوالکلام کے بعد یہ کون بولے گا؟

اباجی کے نام مولانا آزاد کے خطوط:

اباجی کے نام مولانا آزاد کے کئی خطوط آئے اور وہ سب امرتسر میں رہ گئے۔ تقسیم ہند کے نتیجے میں اباجی کا تمام کتب خانہ ضائع ہو گیا جس کا انھیں شدید قلق تھا۔ اتفاق سے مولانا کے تین خطوط محفوظ رہ گئے۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۶ء (سوائے ہوٹل مسوری)، ۱۰ فروری ۱۹۴۷ء اور ۱۳ فروری ۱۹۴۷ء۔ (دہلی)

۲۰ ستمبر ۱۹۴۶ء کا لکھا ہوا خط الیکشن سے پہلے کا ہے۔ اور یقیناً ”ضروری باتیں“ اسی سے متعلق تھیں۔ اباجی مسوری گئے تھے نہ دلی۔ اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے ماسوائے اباجی کے باقی حضرات کی رضامندی و علم سے ”ضروری معاملہ“ طے کر لیا تھا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور شورش کاشمیری مرحومین بھی کہتے تھے، ہم لا علم تھے۔

(یہ ”احرار یونینسٹ انتخابی مفاہمت“ کا معاملہ تھا) واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰ فروری ۱۹۴۷ء کے خط کا سبب ورود یہ واقعہ بنا کہ ایم۔ اے۔ ایس اینڈ کمپنی حبیب گنج لاہور کے مالک حاجی دین محمد صاحب مرحوم و مغفور، حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے مرید خاص تھے اور اباجی کا بھی از حد اکرام و احترام کرتے تھے۔ بقول شورش مرحوم انہیں لوہے کا کوہ درکار تھا۔ مجھے یوں یاد ہے انہیں کوئی پر مٹ درکار تھا۔ ان کے شریک کار کوئی اور

صاحب بھی تھے جن سے اباجی قطعاً واقف نہ تھے۔ ان صاحب کو لے کر حاجی صاحب دہلی گئے اور حضرت مولانا آزاد سے ملاقات کی کوشش کی۔ اتنے ہنگامی دور میں مولانا کے پاس وقت بھی نہ ہوگا۔ اجمل خاں صاحب (مولانا کے پرائیویٹ سیکرٹری) سے ان حضرات نے ملاقات کا وقت مانگا، انھوں نے عذر کر دیا۔ یہ بیٹھ گئے کہ وقت لے کر جائیں گے۔ اجمل خاں بھی اڑ گئے اور صاف انکار کر دیا۔ مایوس ہو کر یہ حضرات اباجی کے پاس آئے اور مذکورہ واقعے کا قطعاً کوئی ذکر نہ کیا بلکہ اپنا معاملہ یوں پیش کیا کہ مولانا آپ کی سفارش مان لیں گے، آپ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے۔ اب حاجی صاحب سے صرف سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے تو تعلق نہ تھا۔ وہ سرمایہ دار ایسے تھے کہ ان کے کارخانے میں نمازوں کے اوقات میں کام بالکل بند ہو جاتا اور حاجی صاحب معمولی ملازمین کے ساتھ جس صف میں جگہ مل جاتی کھڑے ہو جاتے اور جس روز حضرت مولانا احمد علی لاہوری تشریف فرما ہوتے، نماز کے فوراً بعد وہ ان کے جوتوں کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے اور حضرت مولانا جب فارغ ہوتے تو وہ جوتے اٹھا کر ان کے آگے رکھ دیتے۔ ان وجوہ سے اباجی ان کی قدر کرتے تھے۔ ان کے اصرار پر اباجی مان تو گئے مگر کہا کہ شورش کو ساتھ لے لیتے ہیں۔ حاجی صاحب کو اتنی جلت تھی کہ اس زمانے میں انھوں نے دس بیٹیں ہوائی جہاز کی ریزرو کرائیں۔ ایک اپنے لیے اور ایک اباجی کے لیے۔ لیکن اباجی نے شورش صاحب اور حاجی صاحب سے فرمایا کہ آپ لوگ ہوائی جہاز پر جائیں، میں گاڑی میں آؤں گا۔ وہ اپنے کارکنوں سے یہی سلوک کرتے تھے۔ شورش صاحب کی اللہ بال بال مغفرت فرمائے۔ جاتے ہوئے روزنامہ ”آزاد“ میں آٹھ کالمی سرخی لگا گئے کہ:

”حضرت امیر شریعت مولانا آزاد سے اہم مذاکرات کے لیے دہلی روانہ“

اباجی، شورش صاحب کے بعد ریل گاڑی میں دہلی پہنچے۔ وہاں سب کا قیام میر احمد حسن صاحب شملوی کے ہاں ہوتا یا دفتر احرار میں۔ صبح جب مولانا کے ہاں پہنچے جیسا کہ مولانا نے تحریر فرمایا ہے، انہیں کسی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لیے جانا تھا اور بروقت تیار نہ ہو پائے تھے۔ جب یہ حضرات پہنچے تو اجمل خاں صاحب نے جا کر بتلایا کہ وہی لوگ اب شاہ صاحب کو لے کر آئے ہیں۔ اباجی فرماتے کہ جب مولانا باہر آئے تو منہ پونچھتے ہوئے آ رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا ناشتہ سے فارغ ہوتے ہی آ رہے ہیں۔ میں نے تو ماتھا دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ غصہ چڑھا ہوا ہے۔ آج خیر نہیں۔ سلام و مصافحہ کے بعد غرض آمد دریافت فرمائی جو اباجی نے حاجی صاحب کی روایت سے بیان کر دی۔ مولانا کا پارہ چڑھ گیا۔ انھوں نے کہا میرے بھائی، یہ لوگ پہلے بھی آئے اور دھرنادے کر بیٹھ گئے کہ ملے بغیر نہیں جائیں گے۔ اس کے بعد اس سلسلے میں کچھ بھی کرنے سے انکار فرما دیا اور موٹر میں بیٹھ کر دفتر چلے گئے۔ اباجی کو بہت افسوس تھا کہ حاجی صاحب نے اخفاء کر کے بات بگاڑ دی۔ دوسرے مولانا نے حد سے زیادہ ہی بے نیازی کا مظاہرہ فرمایا اور یہی ملاقات زندگی کی آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ پھر اباجی نے کبھی دہلی گئے نہ ملے۔ حاجی صاحب سے اباجی نے گلہ کیا کہ اگر تم نے مجھے لاہور بتا دیا ہوتا کہ تم لوگ پہلے کوشش کر چکے ہوتو میں کبھی ساتھ نہ آتا۔ بعد میں مولانا کو احساس ہوا تو ۱۰/۱۳ فروری کو یہ مکتوب لکھے۔

ایک خط میں نے امرتسر میں اباجی کے نام دیکھا تھا۔ عید کی امامت کا مسئلہ تھا۔ کلکتہ کے کچھ لوگ ان سے

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

فروری 2008ء

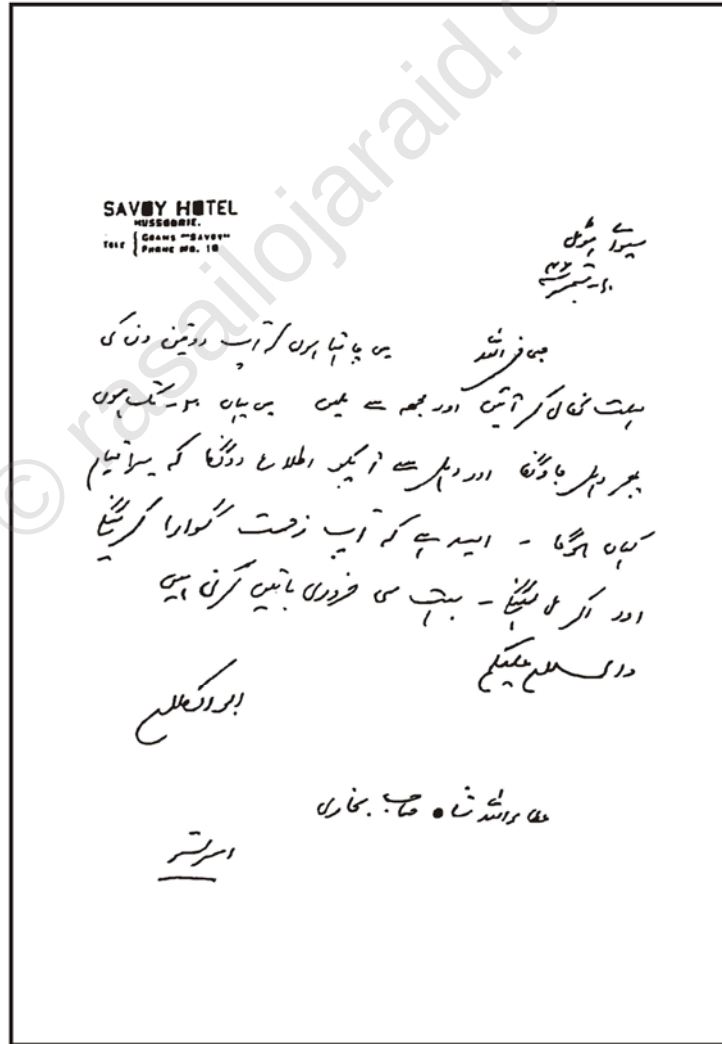
شخصیت

درخواست کرتے تھے۔ انھوں نے انکار فرمایا۔ غالباً دو آدمی امرتسر آئے اور اباجی سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیے اور سفارش کیجیے۔ اباجی نے پوچھا مولانا کے علم میں ہے کہ آپ لوگ مجھے لینے آئے ہیں؟ انھوں نے انکار کیا، اباجی نہ گئے۔ لیکن مولانا کو معلوم ہو گیا کہ کوئی صاحب اباجی کو لینے گئے تھے۔ مجھے خط کا اتنا فقرہ یاد ہے:

”یوں آپ کلکتہ آئیں تو مجھ سے زیادہ خوشی کس کو ہوگی؟ لیکن اس مسئلہ کے لیے نہ آئیں۔“

اور اباجی تو پہلے ہی انکار کر چکے تھے۔

مولانا آزاد کے خطوط:





دہلی ۱۰ فروری ۲۰۰۸ء

میری آپ میں دن آئے لیکن کاموں کی
تفویض ہے یہاں تک کہ جس سرکار کا پیش
نکشہ کئی سے وقت سے جاری تھا اور
میں اس وقت بھی طیارہ نہ ہوگا اس لیے غرض
کے سوا چارہ کار نہ دکھاؤں حالانکہ آپ پرستار
اور دیگر دن میں سیکنگ لیکن آپ گھر نہ آئے
اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو آئندہ سنیو کے
دن آئیے تاکہ کچھ وقت ملاقات کے لیے نکال
سکوں۔ مجھے زمریں ج کے لکے دن وقت نہ نکال
واضح ہو کہ وجہ تھکاوٹ ہے
سیدھا سادہ حساب بخاری

برائے مہربانی

امیر

